سورۂ تبت

آیاتہا ۵ — ۱۱۱ سورۃ اللھب مکیۃ ۶ — رکوعہا ۱

سب علماء کے نزدیک یہ سورت مکی ہے۔ اس کی پانچ آیات ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

تَبَّتۡ یَدَاۤ اَبِیۡ لَہَبٍ وَّ تَبَّ ؕ﴿۱﴾

''ٹوٹ جائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ و برباد ہو گیا''۔

اس میں تین مسائل ہیں:

شان نزول

مسئلہ نمبر 1 ۔ تَبَّتۡ یَدَاۤ اَبِیۡ لَہَبٍ صحیحین اور دوسری کتب احادیث میں موجود ہے جب کہ الفاظ مسلم شریف کے ہیں (1)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے جب یہ آیت کریمہ وَ اَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَکَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ ﴿۲۱۴﴾ (الشعراء) نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لائے یہاں تک کہ صفا پہاڑی پر چڑھے اور بلند آواز سے کہا: یاصباحاہ! لوگوں نے پوچھا: یہ اعلان کرنے والا کون ہے؟ لوگوں نے کہا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اکٹھے ہو گئے فرمایا: ''اے بنی فلاں، اے بنی فلاں، اے بنی عبد مناف اور بنی عبدالمطلب'' تو وہ آپ کے قریب جمع ہو گئے فرمایا: ''مجھے بتاؤ اگر میں تمہیں بتاؤں کہ ایک گھڑسوار دستہ اس پہاڑ کے پیچھے سے نکلے گا کیا تم میری تصدیق کرو گے؟'' سب نے کہا: ہمیں آپ کے جھوٹ کا کوئی تجربہ نہیں۔ فرمایا: ''میں تمہیں آنے والے شدید عذاب کے بارے میں خبردار کرنے والا ہوں''۔ ابولہب نے کہا: تو ہلاک ہو (نعوذ باللہ) تو نے ہمیں اس لیے جمع کیا تھا پھر وہ اٹھ کھڑا ہوا تو یہ سورت نازل ہوئی۔ اعمش نے سورت کے اختتام تک اسی طرح قراءت کی ہے۔ حمیدی اور دوسرے علماء نے زیادہ ذکر کیا ہے جب اس کی بیوی نے سنا کہ اس کے خاوند اور اس کے بارے میں قرآن نازل ہوا ہے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی جب کہ آپ کعبہ کے پاس مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے اس کے ہاتھ میں ایک پتھر تھا جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر کھڑی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی نظر کو سلب کر لیا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھ سکی وہ صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھ رہی تھی اس نے کہا: اے ابوبکر! مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تیرا ساتھی میری ہجو کرتا ہے اللہ کی قسم! اگر میں اس کو پاتی تو میں یہ پتھر اس کے منہ پر مارتی اللہ کی قسم! میں شاعرہ ہوں:

1۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب من مات علی الکفر فھو فی النار، جلد 1، صفحہ 114

مُذَمَّمًا عَصَيْنَاهُ وَأَمْرَهُ أَبَيْنَاهُ وَدِينَهُ قَلَيْنَا

ہم نے مذمم کی نافرمانی کی، اس کے حکم کا ہم نے انکار کیا اور اس کے دین کو ہم نے مبغوض رکھا۔

پھر وہ چلی گئی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! کیا آپ دیکھتے نہیں تھے اس نے آپ ﷺ کو دیکھا تھا؟ فرمایا: ''اس نے مجھے نہیں دیکھا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کی نظر کو مجھ سے روک لیا تھا'' (1)۔ قریش رسول اللہ ﷺ کو مذمم کہتے تھے وہ آپ کو اس نام سے گالی دیا کرتے تھے رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے: ''کیا تم تعجب کا اظہار نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے کیسے مشرکین کی اذیتوں کو مجھ سے دور کر دیا ہے وہ مذمم کو گالیاں دیتے ہیں اور اس کی ہجو کرتے ہیں جب کہ میں تو محمد ہوں''۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ اس کے نزول کا سبب وہ ہے جو عبدالرحمٰن بن زید نے حکایت کی ہے کہ ابولہب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے کہا: اے محمد! اگر میں تجھ پر ایمان لاؤں تو مجھے کیا عطا کیا جائے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو مسلمانوں کو عطا کیا جائے گا''۔ اس نے کہا: مجھے ان پر کوئی فضیلت نہ ہوگی؟ فرمایا: ''تو کیا چیز چاہتا ہے؟'' اس نے کہا: اس دین کی تباہی کہ میں اور یہ لوگ برابر ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں ارشاد فرمایا: تَبَّتْ يَدَآ أَبِي لَهَبٍ وَّتَبَّ ○۔

ایک تیسرا قول ہے جسے عبدالرحمٰن بن کیسان نے بیان کیا ہے کہ جب کوئی وفد نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو ابولہب ان کے پاس جاتا وہ اس سے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں پوچھتے وہ اس سے کہتے: تو ہماری بنسبت ان کے بارے میں زیادہ آگاہ ہے۔ ابولہب انہیں کہتا: وہ کذاب اور ساحر ہے۔ وہ لوگ ملاقات کیے بغیر واپس چلے جاتے۔ ایک وفد آیا تو اس نے ان کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جو پہلے وفدوں کے ساتھ کرتا تھا انہوں نے کہا: ہم واپس نہیں جائیں گے یہاں تک کہ ہم اسے دیکھ لیں اور اس کی بات سن لیں۔ ابولہب نے انہیں کہا: ہم لگاتار اس کا علاج کرتے رہے تو اس کے لیے ہلاکت و بربادی ہے۔ اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کو خبر دی گئی تو اس وجہ سے آپ پریشان ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اس سورت کو نازل فرمایا۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ ابولہب نے ارادہ کیا کہ نبی کریم ﷺ کو پتھر مارے تو اللہ تعالیٰ نے ابولہب کو اس سے روک دیا اور اس سورت کو نازل فرمایا۔

تَبَّتْ کا معنی ہے اس نے نقصان اٹھایا؛ یہ قتادہ کا قول ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا: اس کا معنی ہے وہ خائب و خاسر ہوا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: وہ گمراہ ہوا؛ یہ عطا کا قول ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا: وہ ہلاک ہوا؛ یہ ابن جبیر کا قول ہے یمان بن رئاب نے کہا: وہ ہر خیر سے خالی ہو گیا۔ اصمعی نے ابو عمرو بن علاء سے روایت نقل کی ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا تو لوگوں نے ایک آواز سنی کہنے والا کہہ رہا تھا:

لَقَدْ عَلَوْكَ وَانْصَرَفُوا فَمَا آبُوا وَلَا رَجَعُوا
وَلَمْ يُوفُوا بِنَذْرِهِمْ فَيَا تَبًّا لِمَا صَنَعُوا

1۔ احکام القرآن لابن العربی، جلد 4، صفحہ 1993

انہوں نے تجھے تنہا چھوڑ دیا اور خود چلے گئے اور نہ لوٹے۔ انہوں نے اپنی نذر کو پورا نہ کیا انہوں نے جو کچھ کیا اس پر ہلاکت ہے۔

تباب (ہلاکت) کو دونوں ہاتھوں کے لیے خاص کیا گیا ہے کیونکہ اکثر عمل انہیں دو کے ساتھ ہوتا ہے یعنی دونوں ہاتھ خسارے میں رہے اور وہ خود خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوا۔ ایک قول یہ کیا گیا: یدین سے مراد اس کی ذات ہے، نفس کو ید کے ساتھ بھی تعبیر کرتے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ (الحج: 10) تو نے جو آگے بھیجا اس کے بدلے۔ یہ کلام عرب کا واضح اسلوب ہے کل کو بعض کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں وہ کہتے ہیں: أصابته یدُ الدھر ویدُ الرزایا والمنایا یعنی اسے مصیبت پہنچی۔ شاعر نے کہا:

لَمَّا أَكَبَّتْ يَدُ الرَّزَايا عَلَيْهِ نَادَى أَلَا مُجِيرُ

جب مصائب اس پر منہ کے بل گر پڑے تو اس نے ندا کی ہے: کوئی پناہ دینے والا۔

وَّتَبَّ فراء نے کہا پہلے تَبَّتْ دعا ہے اور دوسرا خبر ہے جس طرح یہ جملہ کہا جاتا ہے: اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کرے اور وہ ہلاک ہو گیا۔ حضرت عبد اللہ اور حضرت ابی کی قراءت میں وقد تَبَّ ہے۔

ابولہب کا نام عبد العزیٰ تھا وہ حضرت عبد المطلب کا بیٹا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا تھا اس کی بیوی عوراء ام جمیل تھی جو حضرت ابوسفیان بن حرب کی بہن تھی دونوں میاں بیوی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سخت دشمنی رکھتے تھے۔ طارق بن عبد اللہ محاربی نے کہا میں ذی مجاز کی منڈی میں تھا کہ اچانک میں ایک ایسے انسان کے پاس پہنچتا ہوں جو کہہ رہا ہے: اے لوگو! لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہو تم فلاح پا جاؤ گے" (1) اور اس کے پیچھے ایک آدمی ہے جو اسے پتھر مار رہا ہے اس نے اس شخصیت کی پنڈلیوں اور ایڑیوں کو زخمی کر دیا ہے اور کہہ رہا ہے: اے لوگو! یہ جھوٹا ہے تم اس کی تصدیق نہ کرنا۔ میں نے پوچھا: یہ دعوت دینے والی شخصیت کون ہے؟ لوگوں نے بتایا: یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ نبی ہیں یہ ان کا چچا ابولہب ہے جو یہ گمان کرتا ہے کہ آپ جھوٹے ہیں۔

عطا نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی کہ ابولہب نے کہا: (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تم پر جادو کر دیا ہے بے شک ہم میں سے ایک پورا بکرا کھا جاتا تھا اور دودھ کا بڑا پیالہ پی جاتا تھا اور وہ سیر نہیں ہوتا تھا جب کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمہیں ایک ران کھلا کر سیر کر دیا ہے اور دودھ کے ایک پیالے سے تمہیں سیراب کر دیا ہے۔

عبد العزیٰ کو ابولہب کہنے کی وجہ

مسئلہ نمبر 2۔ اَبِیْ لَهَبٍ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ اس کے حسن اور روشن چہرے کی وجہ سے اسے ابولہب نام دیا گیا ہے۔ ایک قوم کا گمان ہے کہ اس میں یہ دلیل موجود ہے کہ کافر کا ذکر کنایہ کرنا درست ہے۔ یہ قول باطل ہے۔ علماء کے نزدیک چار وجوہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر ابولہب کے ساتھ کیا ہے۔

1۔ المعجم الکبیر الطبرانی، جلد 30، صفحہ 343، حدیث 806

(۱) اس کا نام عبدالعزیٰ تھا عزیٰ ایک بت تھا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بت کی طرف عبودیت کی نسبت نہیں کی۔
(۲) وہ اپنے نام کی بجائے کنیت کے ساتھ زیادہ مشہور تھا اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کی کنیت کے ساتھ وضاحت کی۔
(۳) اسم کنیت سے معزز ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اسے معزز نام سے کم درجہ کے نام کی طرف اتارا جب کہ اس کے بارے میں خبر دینے کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو ان کے ناموں سے یاد کیا اور ان میں سے کسی کی بھی کنیت ذکر نہ کی۔ یہ اسلوب تیری اس امر کے متعلق راہنمائی کرتا ہے کہ اسم کنیت سے فضیلت رکھتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا جاتا ہے اس کی کنیت ذکر نہیں کی جاتی اگرچہ یہ اس کے ظہور اور بیان کی وجہ سے ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف کنیت کی نسبت محال ہوتی ہے کیونکہ وہ کنیت سے پاک ہے۔
(۴) اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا کہ اس کی نسبت کو ثابت کرے کہ وہ اسے جہنم میں ڈالے گا تو وہ جہنم کا باپ ہے تاکہ اس نسبت کو ثابت کیا جائے اور اس نے اپنے حق میں جس فال کو اختیار کیا ہے اس کو نافذ کیا جائے۔ ایک قول یہ کیا گیا: اس کا نام ہی اس کی کنیت تھی اس کے گھر والے اسے ابولہب ہی کہتے، کیونکہ اس کا چہرہ روشن اور خوبصورت تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس امر سے پھیر دیا کہ اسے کہیں: ابوالنور، ابوالضیاء۔ جو محبوب اور مکروہ کے درمیان مشترک ہے اور ان کی زبانوں پر یہ جاری کر دیا کہ اسے ابولہب کی طرف منسوب کریں جو صرف مکروہ و مذموم کے ساتھ خاص ہے۔ جو آگ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے یوں ثابت کیا کہ اس جہنم کو اس کا ٹھکانہ بنا دیا۔

مجاہد، حمید، ابن کثیر اور ابن محیصن نے اسے ابی لھب پڑھا ہے اور ذَاتَ لَهَبٍ میں انہوں نے کوئی اختلاف نہیں کیا کیونکہ اس میں انہوں نے آیات کے سروں کی رعایت کی ہے۔

ابولہب کا دوزخ میں جانا پہلے ہی لکھا جا چکا تھا

مسئلہ نمبر 3۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جب اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا تو اسے فرمایا جو ہونے والا ہے اسے لکھ تو جو لکھا گیا اس میں تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ بھی تھا، منصور نے حضرت حسن بصری سے تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ کے بارے میں پوچھا: کیا یہ ام الکتاب میں تھا؟ کیا: ابولہب یہ طاقت رکھتا تھا کہ وہ آگ میں داخل نہ ہو؟ حضرت حسن بصری نے کہا: اللہ کی قسم! وہ طاقت نہیں رکھتا تھا کہ اس میں داخل نہ ہو۔ اللہ کی کتاب میں ابولہب اور اس کے والدین کی تخلیق سے پہلے ہی موجود تھا، اس کی تائید حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وہ قول بھی کرتا ہے جو انہوں نے حضرت آدم سے کیا تھا: تو وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا، تجھ میں اپنی روح پھونکی، تجھے اپنی جنت میں سکونت عطا کی، اپنے فرشتوں سے تجھے اپنا سجدہ کروایا پھر تو نے لوگوں کو خائب و خاسر کر دیا اور انہیں جنت سے نکال باہر کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا: تو وہی موسیٰ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کے ساتھ چن لیا، تجھے تورات دی تو مجھے ایسے امر پر ملامت کرتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے میرے بارے میں اس سے قبل لکھ لیا تھا جب کہ آسمانوں اور زمینوں کو تخلیق نہیں فرمایا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے''۔ یہ گفتگو پہلے گزر چکی ہے۔

ہمام نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے جو روایت نقل کی ہے اس میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: تو کتنا عرصہ پاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری تخلیق سے پہلے تورات کو لکھ دیا تھا؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: دو ہزار سال پہلے۔ فرمایا: کیا تو نے تورات میں یہ پایا ہے وَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَىٰ (طٰہٰ) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ہاں۔ فرمایا: کیا تو مجھے ایسے امر پر ملامت کرتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے میری تخلیق سے دو ہزار سال پہلے یہ لکھ دیا ہے کہ میں اسے کروں گا تو حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے (1)۔ طاؤس، ابن ہرمز اور اعرج نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے: چالیس سال پہلے اسے لکھا۔

مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝

''کوئی فائدہ نہ پہنچایا اسے اس کے مال نے اور جو اس نے کمایا''۔

اس نے جو مال جمع کیا اور اس نے جو جاہ و حشمت کمائی انہوں نے اللہ تعالیٰ کا عذاب دور کرنے میں اس کی کوئی مدد نہ کی۔ مجاہد نے مالہ سے مراد اولاد لی ہے کیونکہ آدمی کی اولاد اس کی کمائی ہوتی ہے۔ اعمش نے اسے وما اکتسب پڑھا ہے اور اسے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ ابوالطفیل نے کہا: ابولہب کی اولاد جھگڑا کرنے کے لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آئی انہوں نے آپس میں لڑنا شروع کر دیا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اٹھے تا کہ ان کے درمیان رکاوٹ بنیں تو ان میں سے ایک نے آپ کو دھکا دیا تو آپ نیچے گر پڑے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما غصے ہو گئے فرمایا: اخرجوا عنی الکسب الخبیث۔ اے خبیث اولاد! تم میرے پاس سے نکل جاؤ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''انسان جس چیز کو کھاتا ہے اس میں سے پاکیزہ ترین وہ کھانا ہے جو اس کی کمائی سے ہو اور بے شک اس کی اولاد اس کی کمائی ہے'' (2)۔ اسے حضرت ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قبیلہ کو جہنم کی آگ سے ڈرایا تو ابولہب نے کہا: میرا بھتیجا! جو کہتا ہے اگر وہ حق ہے تو میں اپنی ذات بچانے کے لیے اپنے مال اور اولاد کا فدیہ دے دوں گا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝۔

مَآ اَغْنٰى میں جو مَا ہے اس کے بارے میں یہ کہنا بھی جائز ہے کہ وہ نافیہ ہو اور یہ بھی جائز ہے کہ وہ استفہامیہ ہو۔ یعنی وہ کونسی چیز ہو گی جو اسے نفع دے گی۔ دوسرا مَا اس کے بارے میں جائز ہے کہ وہ الذی کے معنی میں ہو اور یہ بھی جائز ہے کہ فعل کے ساتھ مل کر مصدر کے حکم میں ہو یعنی اس کے مال اور کمائی نے اسے کچھ نفع نہ دیا۔

سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝

''عنقریب وہ جھونکا جائے گا شعلوں والی آگ میں''۔

1۔ صحیح مسلم، کتاب القدر، حجاج آدم و موسیٰ علیہما السلام، جلد 2، صفحہ 1023-1022

2۔ معالم التنزیل، جلد 5، صفحہ 645

لَهَبٍ کا معنی اشتعال اور تلھب ہے سورۃ المرسلات میں اس بارے میں قول گزر چکا ہے عام قراءت سیصلی ہے۔ ابو رجاء اور اعمش نے اسے یاء کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے محبوب نے اسماعیل سے وہ ابن کثیر سے یہی روایت کرتے ہیں اور حسین نے ابوبکر سے وہ عاصم سے بھی اسی طرح روایت کرتے ہیں۔ حضرت حسن بصری سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ اشہب عقیلی، ابوسمال عدوی اور محمد بن سمیقع نے سَيُصَلّٰى پڑھا ہے اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ اسے داخل کرے گا اس معنی میں یہ ارشاد ہے: وَّ تَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ ⓽ (الواقعہ) دوسری قراءت اصلاء سے ماخوذ ہے یعنی یصلیہ اللہ یعنی اللہ تعالیٰ اسے داخل کرے گا اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اسی معنی میں ہے فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا (النساء: 30) پہلی قراءت ہی پسندیدہ ہے کیونکہ تمام قراء کا اس پر اتفاق ہے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ ⓐ (الصافات) اس معنی میں دلالت کرتا ہے۔

وَّامْرَاَتُهٗ ۭ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۚ ⓸

"اور اس کی جورو بھی بدبخت ایندھن اٹھانے والی"۔

وَّامْرَاَتُهٗ سے مراد ام جمیل ہے۔ ابن عربی نے کہا: وہ کانی ام قبیح ہے وہ کانی تھی۔ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ حضرت ابن عباس، مجاہد، قتادہ اور سدی نے کہا: وہ لوگوں کے درمیان چغل خوری کیا کرتی تھی۔ عرب کہتے: فلاں یَحْطِبُ علی فلان، فلاں فلاں کے خلاف بھڑکاتا ہے۔ شاعر نے کہا:

إنّ بنی الأدْرَمِ حمّالو الحَطَبْ   هُمُ الوُشَاةُ فی الرِّضَا وفی الغَضَبْ

عَلَيْهِمُ اللَّعْنَةُ تَتْرَى والحَرَبْ

بے شک بنی ادرم فتنہ وفساد کی آگ بھڑکانے والے ہیں وہ خوشی اور ناراضگی میں چغل خوری کرتے ہیں ان پر لگاتار لعنت اور ڈاکہ ہو۔ شاعر نے کہا:

ولَمْ تَمْشِ بينَ الحيّ بالحَطَبِ الرطْبِ

یعنی تو چغل خوری نہ کر۔

یہاں ایندھن کو تر ذکر کیا گیا ہے تاکہ دھویں پر دلالت کرے جو شر میں زیادتی پر دال ہے۔ اکثم بن صیفی نے اپنے بیٹوں سے کہا: چغل خوری سے بچو بے شک یہ روشن آگ ہے چغل خور ایک لمحہ میں وہ کر جاتا ہے جو جادوگر ایک ماہ میں نہیں کرتا۔ ایک شاعر نے اسی مفہوم کو لیا اور یہ شعر کہا:

إنّ النميمةَ نارٌ وَيْكَ مُحْرِقَةٌ   فَفِرَّ عَنْهَا وجانِبْ مَنْ تَعاطَاهَا

بے شک چغل خوری جلا دینے والی آگ ہے تو اس سے دور بھاگ اور جو تیرے پاس اسے لائے اس سے پہلو تہی کر۔

اسی وجہ سے یہ کہا جاتا ہے: کینہ کی آگ ٹھنڈی نہیں ہوتی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرمان ثابت ہے: لا یدخلُ الجنّةَ نمّامٌ چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ذو الوَجْهَينِ لا يكونُ عندَ اللهِ وَجِيهًا (1) چغل

1۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب غلظ تحریم النمیمۃ، جلد 1، صفحہ 70

خور اللہ تعالیٰ کے ہاں معزز نہیں ہوسکتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: من شَرِّ النَّاسِ ذوالوجهين الذِی یَأتِی هَولاءِ بِوَجْهٍ وهولاءِ بِوَجْهٍ (1) لوگوں میں سے سب سے برا دو رخا ہوتا ہے جو ان لوگوں کے پاس ایک رخ سے اور دوسرے لوگوں کے پاس دوسرے رخ سے آتا ہے۔

کعب الاحبار نے کہا: بنو اسرائیل کو قحط نے آلیا حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر تین دفعہ آبادی سے باہر نکلے تا کہ بارش کے لیے دعا کریں مگر ان پر بارش نہ ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: میرے اللہ! یہ تیرے بندے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی: میں تیری اور جو لوگ تیرے ساتھ ہیں ان کی دعا قبول نہیں کروں گا کیونکہ ان میں ایک چغل خور ہے اس نے چغل خوری پر اصرار کیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! وہ کون ہے ہم اسے اپنے درمیان سے نکال دیتے ہیں؟ فرمایا: اے موسیٰ! میں تجھے چغل خوری سے منع کروں اور خود چغل خور بن جاؤں۔ ان سب نے توبہ کی تو ان پر بارش کی گئی (2)۔ چغل خوری گناہ کبیرہ میں سے ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں یہاں تک کہ حضرت فضیل بن عیاض نے کہا: تین چیزیں ایسی ہیں جو عمل صالح کو گرا دیتی ہیں، روزے دار کا روزہ توڑ دیتی ہیں اور وضو کو توڑ دیتی ہیں: غیبت، چغل خوری اور جھوٹ۔

عطا بن سائب نے کہا: میں نے امام شعبی کے سامنے نبی کریم ﷺ کا ارشاد ذکر کیا لا یدخُلُ الجَنَّةَ سافكُ دمٍ ولا مشاءٌ بنَمِيمَةٍ ولا تاجرٌ يربِی جنت میں خون بہانے والے، چغل خور اور سود لینے والا تاجر داخل نہیں ہوگا۔ میں نے عرض کی: اے ابو عمرو! چغل خور، قاتل اور سود خور کے ساتھ مل گیا ہے؟ فرمایا: خونوں کو نہیں بہایا جاتا، مالوں کو نہیں چھینا جاتا اور بڑے بڑے فتنے واقع نہیں ہوتے مگر چغل خوری کی وجہ سے ہی ایسا ہوتا ہے۔

قتادہ اور دوسرے علماء نے کہا: وہ رسول اللہ ﷺ کو فقر کا عار دلاتی پھر مال زیادہ ہونے کے باوجود وہ اپنی پشت پر لکڑیاں اٹھاتی کیونکہ وہ بہت بخیل تھی اسے بخل پر عار دلائی گئی ہے۔

ابن زید اور ضحاک نے کہا: وہ کانٹے اٹھا لاتی اور رات کے وقت نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کے راستہ میں بکھیر دیتی؛ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ ربیع نے کہا: نبی کریم ﷺ ان پر یوں چلا کرتے جس طرح ریشم پر چلا جاتا ہے۔ مرہ ہمدانی نے کہا: ام جمیل ہر روز کانٹوں کا گٹھا اٹھا لاتی اور مسلمانوں کے راستہ میں پھینک دیتی اسی اثنا میں کہ وہ ایک روز گٹھا اٹھائے ہوئے تھی کہ وہ تھک گئی وہ ایک پتھر پر بیٹھی تا کہ آرام کرے فرشتہ نے پیچھے سے کھینچا تو اسے ہلاک کر دیا۔

سعید بن جبیر نے کہا: اس سے مراد خطاؤں اور گناہوں کو اٹھانے والی ہے۔ یہ عربوں کے اس قول سے ماخوذ ہے: فلان يَحْتَطِبُ عَلَى ظَهْرِهِ یعنی وہ گناہگار ہے اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ (الانعام: 31) وہ اپنے گناہ اپنے پشتوں پر اٹھائے ہوں گے۔

1۔ صحیح مسلم، کتاب فضائل الرؤیا، باب ذم الوجهين والتحريم لفعله، جلد 2، صفحہ 325

2۔ صحیح مسلم، کتاب القدر، حجاج آدم و موسیٰ علیہما السلام، جلد 2، صفحہ 1024-1023

ایک قول یہ کیا گیا ہے: وہ جہنم میں گٹھا اٹھائے ہوئے ہوگی۔ یہ حقیقت سے بہت ہی بعید بات ہے۔ عام قراءت حمالۃ ہے کہ یہ خبر ہے اور امراتہ اس کا مبتدا ہے اور فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ۠ یہ حَمَّالَةَ میں موجود ضمیر سے حال ہے یا دوسری خبر ہے یا حَمَّالَةَ الْحَطَبِ، امْرَاَتُهٗ کی صفت ہے اس کی خبر فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ۠ ہے اس صورت میں ذَاتَ لَهَبٍ پر وقف ہوگا۔ یہ بھی جائز ہے کہ امْرَاَتُهٗ کا عطف سَیَصْلٰی کی ضمیر پر ہو تو اس صورت میں ذَاتَ لَهَبٍ پر وقف ہوگا وقف وَّامْرَاَتُهٗ پر ہوگا۔ اور حَمَّالَةَ الْحَطَبِ مبتدا محذوف کی خبر ہوگی۔ عاصم نے حمالۃَ الحطب یعنی منصوب پڑھا ہے یہ بطور ذمت منصوب ہے گویا وہ اس صفت میں مشہور تھی صفت مذمت کے لیے آئی ہے یہ تخصیص کے لیے نہیں جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: مَّلْعُوْنِیْنَ ۛۚ اَیْنَمَا ثُقِفُوْۤا (الاحزاب: 61) محل استدلال ملعونین ہے۔ ابو قلابہ نے حاملۃ الحطب پڑھا ہے۔

فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ۠ ۝

"اس کے گلے میں مونج کی رسی ہوگی"۔

جِیْدِ سے مراد گردن ہے امراء القیس نے کہا:

وجِیدٍ کجِیدِ الرِّیمِ لَیْسَ بفاحِشٍ　　إذَا هِیَ نَصَّتْهُ وَلَا بِمُعَطَّلِ

کتنی ہی گردنیں ہیں جو ہرن کی گردن کی طرح ہیں وہ بدصورت نہیں جب وہ گردن کو اٹھائے جب کہ اس کی گردن میں کوئی زیور نہیں۔

مَسَدٍ کا معنی چھال ہے نابغہ نے کہا:

مَقْذُوفَةٍ بدَخِیسِ النَّحْضِ بازِلُها　　له صَرِیفٌ صَرِیفُ القَعْوِ بالمَسَدِ

شعر میں مسد سے مراد چھال ہے۔

ایک اور شاعر نے کہا:

یا مَسَدَ الخُوصِ تَعَوَّذْ مِنِّیْ　　إنْ کُنْتُ لَدْنًا لَیِّنًا فَإنِّیْ

ماشِئْتَ مِنْ أَشْمَطَ مُقْسَئِنِّ

بعض اوقات یہ اس اونٹ کے چمڑے یا اس کے بالوں کی بنی ہوتی ہے۔

جِیْد کی جمع أجیاد اور مسد کی جمع امساد ہوتی ہے۔ ابو عبیدہ نے کہا: یہ اون کی رسی ہوتی ہے۔ حضرت حسن بصری نے کہا: یہ درخت سے بنی ہوئی رسیاں ہوتی ہیں جو درخت یمن میں اگتا ہے جسے مسد کہتے ہیں اسے باٹا جاتا ہے۔ ضحاک اور دوسرے علماء نے کہا: یہ دنیا میں ہوگا وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فقر کا طعنہ دیا کرتی تھی جب کہ خود چھال کی رسی میں لکڑیاں باندھتی جسے وہ اپنی گردن میں ڈال لیتی۔ اللہ تعالیٰ نے اس رسی کے ساتھ اس کے گلے کو پھانس دیا اور اسے ہلاک کر دیا۔ آخرت میں اس کے گلے میں آگ کی رسی ہوگی۔

ابو صالح کی روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول مروی ہے: فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ سے مراد ہے ایک

ایسی زنجیر ہوگی جس کی لمبائی ستر گز ہوگی؛ یہ مجاہد اور عروہ بن زبیر نے کہا: وہ زنجیر اس کے منہ میں داخل ہوگی اور اس کے نچلے حصے سے نکلے گی، باقی ماندہ اس کی گردن پر لپیٹ دی جائے گی۔

قتادہ نے کہا: حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ سے مراد ہے ودع کا ہار، ودع سفید گھونگا ہے جو سمندر سے نکلتا ہے جو چھوٹا اور بڑا ہونے میں مختلف ہوتا ہے شاعر نے کہا:

والحِلم حِلْمُ صَبِيٍّ يَمْرِثُ الوَدَعَهْ

حلم تو بچے کا حلم ہے جو گھونگے کو چوستا رہتا ہے۔

ودع کی جمع ودعات آتی ہے۔ حضرت حسن بصری نے کہا: اس کی گردن میں گھونگھوں کا ہار تھا۔ سعید بن مسیب نے کہا: اس کا موتیوں کا عمدہ ہار تھا۔ اس نے کہا: لات و عزیٰ کی قسم! میں اسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت میں ضرور خرچ کروں گا۔ قیامت کے روز یہی اس کے گلے میں عذاب ہوگا۔ ایک قول یہ کیا گیا: یہ رسوائی کی طرف اشارہ ہے کہ اس کے حق میں جو شقاوت مقدر ہو چکی تھی وہ ایمان کو چھوڑ کر اس کے ساتھ یوں بندھی ہوئی تھی جس طرح اس کے گلے میں چھال کی رسی بندھی ہوئی تھی۔ مَسَد کا معنی باٹنا ہے یہ جملہ بولا جاتا ہے: مَسَدَ حَبْلَهُ يَمْسِدُهُ مَسْدًا یعنی اس نے اسے عمدہ طریقہ سے باٹا۔ شاعر نے کہا:

يَمْسُدُ أَعْلَى لحمِهِ ويأرِمُهُ

یہ کہتا ہے چارہ اس گدھے کی پشت کو قوی کرتا ہے اور مضبوط بناتا ہے۔

دابة ممسودة الخلق اس جانور کو کہتے ہیں جب اس کے جوڑ بڑے مضبوط ہوں۔ شاعر نے کہا:

ومَسَدٍ أمِرَّ مِنْ أَيَانِقٍ صُهْبٍ عتاقٍ ذاتِ مُخٍّ زاهِقِ

لَسْنَ بِأَنْيَابٍ ولاَ حَقَائِقِ

فراء نے کہا: وہ مرفوع ہے شعر میں اکفاء ہے وہ کہتا ہے: بل مُخهن مكتنِز اسے مبتدا کی حیثیت میں رفع دیا گیا ہے۔ کہا: یہ ارادہ کرنا جائز نہیں ولا ضعاف زاهق مخهن جس طرح تیرا یہ کہنا جائز نہیں: مررتُ برجل أبوه قائم۔ دوسرے نے کہا: یہاں زاهق، ذاهب (جانے والا) کے معنی میں ہے گویا کہا: ولا ضعاف مخهن پھر زاهق کو ضعاف کی طرف پھیرا۔ رجل ممسود اسے کہتے ہیں جس کا جسم بٹا ہوا ہو، اس طرح یہ لفظ بولا جاتا ہے: جاريةٌ حسنة المَسد والعصبِ والجدلِ والإرم وهي ممسودةٌ، معصوبةٌ، مجدولةٌ، مأروقةٌ، مساد فعال کا وزن ہے۔ یہ مساب میں ایک لغت ہے اس سے مراد شہد کا مشکیزہ ہے اور گھی کا مشکیزہ ہے۔ یہ سب گفتگو جوہری نے کی ہے۔ اس نقطہ نظر پر اعتراض کیا گیا اور کہا گیا: اگر وہ رسی وہ تھی جس کے ساتھ وہ لکڑیوں کا گٹھا بنایا کرتی تھی تو وہ آگ میں کیسے باقی رہے گی؟ اس کا جواب یہ دیا گیا: اللہ تعالیٰ اسے ہر دفعہ نیا کرنے پر قادر ہے جب بھی وہ جلے گی۔ ابولہب اور اس کی بیوی کے آگ میں رہنے کا حکم اس امر کے ساتھ مشروط ہے کہ وہ وفات تک کفر پر باقی رہی جب دونوں کفر پر ہی مرے تو ان دونوں کے بارے میں خبر دینا سچا ہو گیا۔ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کی بیوی کے گلے کو رسی سے گھونٹ دیا اور واقعہ بدر کے سات دن بعد اللہ تعالیٰ نے ابولہب کو پھوڑا کا مرض لگایا جب کہ ام فضل نے اسے زخمی کیا تھا اس کی وجہ یہ بنی جب حیسمان مکہ آیا تا کہ بدر کی خبر سنائے ابولہب نے اسے کہا: مجھے لوگوں کی خبر سناؤ اس نے کہا: ہاں۔ اللہ کی قسم! ہم قوم (مسلمانوں) سے ملے ہم نے اپنے پہلوان ان کو عطا کر دیئے وہ مسلمان جہاں سے چاہتے ہمارے اسلحے اتار لیتے اس کے باوجود میں نے کسی انسان کو چھوا تک نہیں ہم ایسے سفید رنگت والے لوگوں سے ملے جو ابلق گھوڑوں پر سوار تھے اللہ کی قسم! وہ ہم میں سے کسی کو باقی نہیں چھوڑ رہے تھے وہ کہہ رہا تھا: ماتبقی شیأ۔

ابورافع نے کہا: میں حضرت عباس کا غلام تھا اور میں زمزم کے صفہ میں تیروں کی لکڑیاں چھیل رہا تھا میرے پاس حضرت ام الفضل بیٹھی ہوئی تھی ہمیں جو خبر پہنچی تھی اس نے ہمیں خوش کیا تھا میں نے خیمہ کی رسیوں کو اٹھایا اور کہا: اللہ کی قسم! وہ فرشتے تھے ابولہب نے ہاتھ اٹھایا اس نے میرے چہرے پر تھپڑ مارا میں اس پر جھپٹ پڑا میں ایک کمزور آدمی تھا اس نے مجھے اٹھایا اور زمین پر پٹخ دیا اور مجھے مارتے ہوئے میرے سینے پر بیٹھ گیا۔ حضرت ام الفضل خیمہ کی لکڑیوں میں سے ایک لکڑی کی طرف بڑھیں اور وہ ایک کو لیتی ہیں اور کہتی ہیں: تو نے اس کو اس لیے کمزور جانا کہ اس کا آقا موجود نہیں اور اس کے سر پر اس ستون کو مارا اور عجیب سا زخم اس کے سر کو پھاڑ دیتا ہے وہ ذلیل ہو کر اپنے قدم گھسیٹتے ہوئے چلا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے پھوڑے کا مرض لگا دیتا ہے اور وہ مر جاتا ہے، تین دن تک اسے دفن نہیں کیا جاتا یہاں تک کہ وہ بدبودار ہو جاتا ہے پھر اس کے بچوں نے اسے دور سے ہی پانی سے نہلایا اس کی وجہ اس پھوڑے کا خوف تھا قریش اس سے اس طرح بچتے تھے جس طرح طاعون سے بچتے تھے۔ پھر اسے مکہ کے بالائی علاقہ میں لے گئے اسے ایک دیوار کے ساتھ رکھا اور اس پر پتھر رکھ دیئے۔